© rasailojaraid.com

اسلامی ریاست میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ

پروفیسر خالد شبیر احمد

اسلام اور حکومت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات واحکامات کی روشنی میں حکومت، ریاست، سیاست، سلطنت، حکمرانی یہ سب کچھ امورِ دین کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ تمام امور ثواب وعذاب کے اسی طرح سے مستحق قرار دیئے گئے ہیں، جس طرح دین کے دوسرے معاملات جزاوسزا کے مستحق ہیں۔ جس طرح دین کے ہر معاملے میں مرکز ومحور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے، اسی طرح ہر وہ معاملہ یا ہر وہ بات یا ہر وہ حکم یا ہر وہ اصول جس کا تعلق سلطنت، ریاست یا پھر سیاست کے ساتھ ہے۔ اس کا مرکز ومحور بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ اسلامی طرزِ حکومت یا اسلامی طرزِ سیاست بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ اسی طرح سے وابستہ ہے جس طرح دوسرے معاملاتِ معاشرت، عبادات وعقائد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق پورا دین ہم تک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہی پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم تک اپنا دین پہنچانے کے لیے پیغمبروں کی قیادت سے کام لیا۔ اس کے لیے کوئی مافوق الفطرت ذریعہ استعمال نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے تو قرآن اُسی فاران کی چوٹی پر رکھ دیتے جس پر کھڑے ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھا دیتے کہ فاران کی چوٹی پر ایک الہامی کتاب ”قرآن“ پڑی ہے۔ جاؤ اسے پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ جو عمل کرے گا راہِ نجات پا جائے گا، لیکن ایسا کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو چنا۔ اُن پر قرآن نازل فرمایا اور اُن کا فرض ٹھہرایا کہ وہ قرآن لوگوں کو سمجھائیں۔ قرآن پر خود عمل کرکے دکھائیں اور لوگوں سے عمل کروائیں۔ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو فراموش کرکے قرآن کو نہ تو سمجھنا ہی خدا کو مقصود ہے اور نہ ہی قرآن کوئی ایسی کتاب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بغیر سمجھ میں آجائے۔

اب قیامت تک یہ بات ایک بنیادی اصول بن گئی ہے کہ قرآن کو سمجھنے کے لیے راہِ نجات حاصل کرنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان کی قیادت کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور قیامت تک کے لیے ہر اسلامی ریاست میں قیادت اور رہنمائی انہی کی ہوگی تو مسلمان راہِ نجات پائیں گے اور خوشنودیٔ خدا کا سرمایہ حاصل کرسکیں گے ورنہ نہیں۔ قرآن کے ساتھ ساتھ سنت وحدیث کی اہمیت بھی دینِ اسلام میں اس لیے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا ہر عمل اور آپ کا ہر قول قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ ان کے کسی کام میں، ان کی کسی بات میں، ان کی ذات یا ان کی ذاتی خواہشات کو کوئی دخل نہیں ہے۔ جن کے بارے میں قرآن خود بیان کر رہا ہے کہ آپ اُس وقت تک نہیں بولتے جب تک اللہ انھیں اجازت نہیں دیتا۔ دوسرے الفاظ میں زبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے لیکن بیان اللہ تعالیٰ کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء بالعموم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص اللہ تعالیٰ کی سیاسی اور قانونی حاکمیتِ اعلیٰ کے مظہر ہیں۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نفاذ پیغمبروں کی جماعت اور آنحضرت کی وساطت سے ہوتا ہے، اس لیے آپ کے ہر حکم کی اطاعت مسلمانوں کے لیے قیامت تک فرض قرار دے دی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر امتی کے چار رشتے اس کی نجات کے لیے ضروری اور لازمی قرار دے دیئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے تو آپ کی ذاتِ اقدس پر ایمان لانا اور اس کے بعد سب سے زیادہ حتیٰ کہ اپنی اولاد اور ماں باپ سے بھی بڑھ کر محبت رکھنا اور تیسرا تعلق آپ کی اطاعت اور پیروی کا ہے جس کے بعد چوتھا تعلق آپ کی اتباع کا ہے جو اطاعت کا نقطۂ کمال ہے۔ اب اگر دیکھا جائے تو یہ چاروں تعلقات ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح سے منسلک اور اور جڑے ہوئے ہیں؛ جیسے ایک ہی زنجیر کی مختلف کڑیاں۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ آپ کے ساتھ محبت کی جائے اور محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے اور اطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان آپ کی اتباع کے کمال تک پہنچے۔ اگر آپ کی اطاعت، اتباع کے درجے تک نہیں تو اس مطلب ہے کہ آپ کے طریقہ اطاعت و پیروی میں کچھ نقص ہے اور اگر آپ کی پیروی میں خلل یا پھر کوئی نقص ہے تو معلوم ہوا کہ آپ کی محبت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا چاہیے تھی وہ نامکمل اور ادھوری ہے اور اگر محبت کامل نہیں تو ایمان میں نقص موجود ہے۔ اس ساری وضاحت سے معلوم ہوا کہ ایمان ذریعہ ہے کہ آپ کی اطاعت و پیروی کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کی جائے جو مقصد حیات ہے۔ دوسرے الفاظ میں خدا کی خوشنودی کا راز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیری میں مضمر ہے جو آپ کی قیادت کو عملی طور پر تسلیم کئے بغیر ممکن نہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

(۱)　”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“ (النساء: ۸۰)

(۲)　”ہم نے جو رسول بھیجا اس لیے بھیجا کہ اللہ کے اذن کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔“ (النساء: ۶۴)

(۳)　”اے محمد ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ تم لوگوں کے درمیان اس کی روشنی میں حکم کرو جو اللہ نے تمہیں دکھائی ہے۔“ (النساء: ۱۰۵)

(۴)　”اور جو کچھ تم کو رسول دیں لے لو اور جس سے تم کو روک دیں اس رُک جاؤ۔“ (الحشر: ۸)

(۵)　”پس نہیں تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک وہ اپنے اختلاف میں تجھ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تُو فیصلہ دے اس پر اپنے نفس میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور سر بہ سر تسلیم کر لیں۔“ (النساء: ۶۵)

ان آیاتِ مبارکہ سے اسلامی ریاست یا اسلام کے تصورِ اقتدار کا دوسرا اصول بیان کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے اقرار کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت آپ کے منصبِ رسالت اور دین میں آپ کی مرکزی حیثیت کی وضاحت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی جارہی ہے جو اسلام کے تصور حکومتِ الٰہیہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک ہی مؤثر ذریعہ اور طریقہ ہے۔ خدا کی حاکمیتِ اعلیٰ کے اقرار کے بعد جب تک کوئی ریاست اس بات کا اعلان نہیں کرتی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ماخذ قانون کی حیثیت حاصل ہوگی اور حکومت کے ہر شعبہ کو خواہ وہ مقننّہ ہو یا عدلیہ یا پھر انتظامیہ سنتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف احکام جاری کرنے، قانون بنانے یا فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ اسلامی ریاست کہلانے کی حقدار نہیں ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دین اسلام میں اس حیثیت کو کس خوبصورتی کے ساتھ واضح کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

> ''اسلام کا داعی مسیحت کے مقدس پہاڑی واعظ کی طرح صرف ایک اخلاقی معلم ہی نہ تھا ور نہ دنیا کے فاتح حکمران کی طرح محض ایک جہانگیر اور عالم ستاں شہنشاہ اسلام نے دین کو دنیا سے اور شریعت کو حکومت و جہانبانی سے الگ نہیں رکھا۔ وہ تو یہ سکھانے آیا تھا کہ دین و دنیا دو نہیں ایک ہی چیز ہے اور شریعت سے حکومت اور سلطنت الگ نہیں، بلکہ سچی حکومت اور خدا کی مرضی کے مطابق، سلطنت وہ ہی ہے جس کو شریعت نے خود پیدا کیا۔ تو پس اسلام کے داعی کا وجود ایک ہی وقت میں ان تمام حیثیتوں اور منصوبوں کا جامع تھا۔ جو ہمیشہ دنیا کی صدہا مختلف شخصیتوں کے اندر منقسم رہی ہیں۔ وہ اللہ کا پیغمبر تھا۔ شریعت کا مقنن تھا، امت کا بانی تھا، ملکوں کا حاکم تھا اور سلطنت کا مالک، وہ اگر پتوں اور چھال سے بنی ہوئی مسجد کے منبر پر وحی الٰہی کا ترجمان اور انسانی سعادت و ہدایت کا واعظ تھا تو اس کے صحن میں یمن کا خراج تقسیم کرنے والا اور فوجوں کو میدانِ جنگ میں بھیجنے کے سپہ سالار لشکر بھی تھا۔ وہ ایک ہی وقت ایک ہی زندگی میں گھروں کا نظام معاشرت درست کرتا، نکاح و طلاق کے قوانین نافذ کرتا اور ساتھ ہی بدر کے کنارے دشمنوں کا حملہ روکتا۔ مکہ کی گھاٹیوں میں ایک فاتح حکمران کی طرح نمایاں بھی ہوتا۔ غرضیکہ اس کی ایک شخصیت کے اندر مختلف حیثیتیں اور منصب جمع تھے اور اسلام کا نظام دینی ہی تھا کہ یہ ساری قوتیں ایک ہی فرد میں جمع رہیں۔'' (مسئلہ خلافت، مولانا ابوالکلام آزاد، لاہور ۱۹۷۸ء)

....

> ''خدا کی اطاعت کی عملی شکل دراصل رسول کی اطاعت ہی ہے، اس لیے رسول ہی ہے جو خدا کے نائب کی حیثیت سے خدا کے احکام وقوانین سے باخبر کرتا ہے اور ان کی تنفیذ کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں جہاں جہاں بھی **اطیعو اللّٰہ** آیا ہے ساتھ ہی **اطیعو الرسول** کا بھی حکم ہے اس وجہ سے خدا اور رسول کے درمیان فرق کرنے کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن رسول کی اطاعت تسلیم نہیں کرتے۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ وہ بادشاہ کی اطاعت تو کرتے ہیں مگر اس کے مقرر کیے ہوئے نائب کی اطاعت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح خود مختاری کی گنجائش نہ تو دنیا کے قوانین میں کہیں تسلیم کی گئی ہے اور نہ ہی خدا نے اپنے قانون میں اس کے جواز کی کوئی گنجائش رکھی ہے۔
>
> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت کے اولوالامر یعنی اربابِ حل وعقد کی طرف منتقل ہوئی۔ وہ اس بات کے مسئول قرار پائے کہ خدا کی زمین میں خدا کے احکام وقوانین نافذ کریں، خود بھی ان کی اطاعت کریں اور دوسروں سے بھی ان کی اطاعت کروائیں۔ سورہ النساء کی آیت نمبر ۵۹ میں موجود ہے کہ ''اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، جس نے صاحب امر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

اسلام نے اپنے نظام اطاعت میں الوالامر کی جو بلند منصب عطا کیا ہے تو اس وجہ سے کہ وہ خدا کی تشریعی حاکمیت کے زمین میں نفاذ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اس منصب کا یہی تقاضا ہے کہ خود خدا کے قانون کی اطاعت کرے اور اس کے بندوں کے اندر اسی قانون کو جاری و نافذ کرے۔ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات دل و جان سے عزیز تر و محبوب تھی کہ لوگ خدا کے قانون کی اطاعت کریں۔ اسی طرح انہیں یہ بات بھی محبوب ہے کہ لوگ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت کریں اور جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مبغوض تھی کہ لوگ خدا اور رسول کی اطاعت سے انحراف اختیار کریں، اسی طرح ان کے نزدیک یہ چیز مبغوض ہوئی کہ لوگ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انحراف کریں۔'' (اسلامی ریاست، مولانا امین احسن اصلاحی، لاہور ۱۹۷۷ء)

اسلام کے تصور اقتدار اعلیٰ کا حکومت الٰہیہ کو اس وقت تک نہیں سمجھا جا سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سیاسی پہلو کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔ کیونکہ زندگی کے اسی حصے میں ہم انہیں خدا کی حاکمیت کو عملی طور پر قائم کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ویسے بھی اسلامی ریاست یا سیاست کی بنیاد نبوت پر رکھی گئی ہے۔ نعمان بن بشیرؓ کا ارشاد ہے کہ ''اسلام کی حکومت کی اصل نبوت ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی حکومت الہام کی قوت سے فیض یاب ہوتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر آنے والے نبی نے نبوت کی بنیادوں پر لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی ہیں؛ اس لیے ان کی حیات طیبہ اس میدان میں ہماری مکمل رہنمائی کرتی ہے۔ جس کی روشنی میں حکومت الٰہیہ، خدا کی بالادستی یا خلافتِ الٰہی دراصل ایسی حکومت ہے جو خدا کے پیغمبروں اور ان کے جانشینوں کی حکومت ہو، یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں ایسی حکومت کو حکومت نہیں بلکہ خلافت سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ حکومت کے مفہوم میں بندوں کی حکومت کا تذکرہ ہے جبکہ خلافت کے مفہوم میں بندوں کی بجائے خدا کی حکومت کا ذکر ہے۔ جس کے متعلق علامہ آلوسی بغدادی کہتے ہیں کہ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت درحقیقت خدا کی حکومت ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر شعبے میں جو خدائی ہدایات ہم تک پہنچائی ہیں؛ اس میں نظامِ حکومت و سیاست کے بارے میں بھی بہت کچھ موجود ہے جس کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خلافت میں حکومت ہماری دینی تعلیمات کا مظہر بنتی ہے۔ اس لیے اس وقت تک حکومت اسلامی قوت بن کر نہیں ابھر سکتی، جب تک اس قوت کا انحصار نبوت پر نہ ہو۔ وہ سب کچھ اسلامی حکومت کے اندر موجود ہے جو دین کے مطابق ہے اور وہ سب کچھ اسلامی حکومت سے باہر ہے جو دین اسلام سے باہر ہے:

''اصل دین الٰہی ایک ہی ہے اور ازل سے لے کر ابد تک ایک ہی رہے گا اور وہ اسلام ہے **ان الدین عنداللّٰہ الاسلام** (خدا کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے) اس دین کی جامعیت کی تشریح مختلف پہلوؤں سے کی گئی ہے اور کی جا سکتی ہے۔ انہی میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ سلطنت اور دین کا معتدل مجموعہ ہے، وہ ایسی سلطنت ہے جو بہترین دین ہے یا ایسا دین ہے جو سرتاپا سلطنت ہے مگر سلطنت الٰہی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس سلطنتِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الٰہی میں قیصر کا وجود نہیں ہے۔ اس میں ایک اعلیٰ حاکم و آمر مانا گیا ہے۔ وہ حاکم علی الاطلاق اور شہنشاہِ قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہی اسی کی ہے، حکم اسی کا ہے۔ فرمان صرف اسی کا صادر ہوتا ہے۔ دوسرے مجازی حاکموں کا حکم اس وقت مانا جاتا ہے جب وہ عین حکم الٰہی ہو، یا اس پر مبنی ہو اور کم از کم یہ کہ اس کے مخالف نہ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دین کے آخری داعی نبی، پیغمبر ہیں اور وہی سلطنت کے سب سے پہلے امیر، حاکم اور فرمانروا ہیں۔ آپ کے احکام کی بجا آوری عین احکامِ خدا کی بجا آوری ہے، جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔'' (سیرۃ النبی ﷺ، جلد ہفتم، علامہ سید سلیمان ندوی کراچی، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)

جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر قرآن کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ممکن نہیں، بالکل اسی طرح قرآن کو پڑھے بغیر حضور سرورِ کائنات کی شخصیت کو سمجھنا۔ ان کے منصب سے متعارف ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔ قرآن پاک کے مطالعے سے یہ بات ہم پر واضح ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف پیغمبرِ خدا نہیں تھے۔ قرآن پاک اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ آپ صرف نامہ بر نہ تھے بلکہ خدا کی طرف سے مقرر کئے ہوئے رہبر، حاکم اور معلم بھی تھے۔ جن کی پیروی و اطاعت مسلمانوں پر لازم ہے جن کی زندگی کو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے نمونہ قرار دیا جا چکا ہے۔ اسلامی ریاست کا ہر حکمران اب جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو سامنے رکھ کر ان کی اطاعت خود نہیں کرتا اور دوسروں سے نہیں کرواتا۔ اس وقت تک وہ مسلمانوں کا حکمران کہلانے کا حقدار ہی نہیں ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حیثیتیں ان کے مامور من اللہ ہونے پر ہیں۔ وہ زندگی کے ہر میدان میں ایک کامل رہبر کی حیثیت میں مامور من اللہ ہیں۔ مکہ یا مدینہ کے رہنے والوں نے انہیں ووٹوں کے ذریعے اپنا رہنما منتخب نہیں کیا تھا اور نہ ہی مدینے والے اس بات کے مجاز تھے۔ مدینے میں جب اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی گئی تو اس وقت مہاجر و انصار نے مشاورت کے ذریعے یہ بات طے نہیں کی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس ریاست کے صدر ہمارے قاضی یا ہماری فوجوں کے سپہ سالار ہوں گے بلکہ قرآن پاک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حیثیت کو خود متعین کر دیا تھا اور دیکھا جائے تو آپ کی ہر حیثیت مقامِ نبوت کی ہی حیثیتیں ہیں جن میں سے کسی ایک کا انکار کفر تک پہنچانے کے لیے کافی ہے، بلکہ عقل کے ترازو تول کر دیکھا جائے تو یہ بات صحیح اور درست نہیں ہے کہ نبی صرف خدا کا کلام پڑھ کر سنا دے۔ اس کے بعد ایک عام شہری کی حیثیت سے زندگی کے باقی ایام پورا کرے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کا یہ ایمان ہے کہ ہر زمانے میں تمام دنیا کے اندر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واجب الاتباع ہیں اور امر و نہی کے میدان میں آپ کا ہر فرمان حُجت ہے۔ قرآن کے مطالعے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف حیثیتیں کھل کر صاف صاف سامنے آجاتی ہیں۔ آپ معلم بھی ہیں، شارح کتاب اللہ بھی، نمونہ تقلید بھی، چیف جسٹس بھی، حاکم و فرمانروا بھی۔ ان تمام حیثیتوں کو تسلیم کرنے کا نام ہی اسلام ہے۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
گر بہ اُو نہ رسیدی تمام بُولہبی است

© rasailojaraid.com